

Article

A Critical Analysis of Travelogue “Yar-e-Mann Iran”

سفر نامہ ”یار من ایران“ کا تنقیدی جائزہ

Dr. Sami Ullah

Assistant Professor, Department of Persian, Government College University Faisalabad

Correspondence: drsamiullah@gcuf.edu.pk

ڈاکٹر سمیع اللہ

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ فارسی، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

ABSTRACT:

Yar-e-Mann Iran is a travelogue by a writer who is a motorcyclist tourist and traveled to Iran in the company of a 16-member tourist club. This travel was organized by a Pakistani motorcycle club named Cross Route Club. The basic purpose of this tour was to explore brotherhood country Iran and promote tourism, especially motorbike tourism in Pakistan. The tour is named Yar-e-Mann Iran and this journey started from Lahore to Tehran named Peace and Friendship Rally. Traveling itself is an exciting recreational activity and the creation of any travelogue makes that travel accessible to many tourism lover readers. Among the different natures of journeys, a trip with a biker is exciting and guides many interesting and difficult experiences that might be overlooked in other types of travel. A critical review of this travelogue Yar-e-Mann Iran is being presented in this article.

KEYWORDS: Yar-e-Mann Iran, Peace and Friendship Rally, Cross Route Club, Travelogue, Iran, Motorbike Journey

eISSN: 2707-6229

pISSN: 2707-6210

DOI: <https://doi.org/10.56276/s0x5eh94>

Received: 04-04-2024

Accepted: 04-06-2024

Online: 06-06-2024



Copyright: © 2024
by the authors.

This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

وطن عزیز پاکستان دیگر بے شمار قدرتی نعمتوں کے ساتھ قدرتی حسن سے بھی مالا مال ہے۔ بالخصوص شمالی علاقہ جات کے پُرکشش قدرتی مناظر سالہا سال سے دنیا بھر کے سیاحوں کی توجہ کا مرکز رہے ہیں۔ ماضی میں سیاح دستیاب ذرائع آمد و رفت کے توسط مختلف نقاط جہان کا سفر کرتے تھے تو موجودہ دور میں جدید ذرائع نقل و حمل کے ذریعے سے اپنے شوق کی آبیاری کرتے ہیں۔ سفر کے شوقین پاکستانی سیاح بھی اپنے دستیاب وسائل اور امکانات کے مطابق نہ صرف مقامی سطح پر بلکہ بین الاقوامی سیر و سیاحت کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔ مقامی سطح پر نجی ادارے فروغ پارہے ہیں جو سیاحوں کو سیر و سیاحت کی سہولیات اور خدمات پیش کرتے ہیں۔ جماعتی یا انفرادی صورت میں اختیار کردہ سفر دیگر مقاصد کے حصول کے ساتھ ساتھ نئے تجربات اور مشاہدات کا بھی پیش خیمہ ہوتے ہیں جو آگے چل کر روداد، رپورٹاژ، آپ بیتی، سرگذشت یا سفر ناموں کی صورت رشتہ تحریر میں منج ہو کر قارئین کو اپنے تاثرات و مشاہدات سے آگاہ کرتے ہیں۔ جماعتی صورت میں سفری قافلے اکثر و بیشتر زیارات، حج و عمرہ کی غرض سے سعودی عرب، شام، عراق اور ترکی وغیرہ کا سفر اختیار کرتے رہتے ہیں۔

۲۰۱۶ میں برہان خان، ملک فیاض، راشد طوسی، مقصود احمدی نے مل کر لاہور سے کا شاعر (چین) تک کا سفر کیا۔ سال ۲۰۱۷ میں برہان خان، جنرل ریٹائرڈ فاروق، راشد طوسی چین کے راستے مرکزی ایشیا کے ممالک افغانستان، ازبکستان، تاجکستان، کرغزستان سے ہوتے ہوئے پامیر ہائی وے کا سفر اختیار کیا۔ موٹر سائیکل سوار سیاحوں کا یہ گروپ ۲۷ ستمبر ۲۰۱۷ کو عالمی یوم سیاحت کے موقع کے پرپاک چین سرحدی مقام خنجراب پاس پر واپس پہنچے۔ پاکستان میں سیاحت کی تاریخ کا یہ وہ یادگار دن تھا جب سطح سمندر سے ۱۶۰۰۰ فٹ کے قریب بلندی پر ایک ہزار کے لگ بھگ سیاح اس مقام پر جمع ہوئے۔^۱ یہ تمام سرگرمیاں اس بات کا ثبوت ہیں کہ پاکستان میں موٹر بائیک ٹورازم تیزی سے فروغ پا رہی ہے۔^۲

زیر نظر سفر نامہ "یار من ایران" عبدالمنان ملک کی کاوش ہے۔ انھوں نے یہ سفر سن ۲۰۱۹ میں کیا جس میں کل سولہ ارکان شامل تھے اور اس ٹور کو "یار من ایران" کا نام دیا گیا اور مصنف نے بھی اسی عنوان کو اپنی اس سفری سرگذشت کا عنوان ٹھہرایا۔ عبدالمنان ملک سیر و سیاحت کے موضوع کی حامل کتابیں شائع کر چکے ہیں۔ "یہ ہے پاکستان" داخلی و خارجی سیاحوں کے لیے پاکستان کے سیاحتی مقامات، اہم جگہوں، شہروں اور ان کے حدود و اربعہ سے متعلق معلومات کی حامل کتاب ہے جس میں قدیم و جدید تقریباً ۱۵۰ مقامات کی تفصیلات اور ان کے عکس شامل ہیں۔ اس کتاب کی پہلی اشاعت سال ۲۰۱۳ میں ہوئی۔ "لاہور لاہور اے" شہر لاہور کی سیاحت سے متعلق رہ نما کتاب ہے جو سال ۲۰۱۷ میں پہلی بار شائع ہوئی۔ "نگار وطن" عبدالمنان ملک کے اندرون ملک کی سفری و سیاحتی روداد پر مشتمل

کتاب ہے جنہیں وہ وقتاً فوقتاً سوشل میڈیا پر تشہیر کرتے رہتے تھے۔ یہ کتاب ۲۰۱۹ میں شائع ہوئی۔ ”یار من ایران“ ایران کے پچیس روزہ (۲، اگست ۲۰۱۹ تا ۲۷ اگست ۲۰۱۹) زمینی سفر کے احوال و تاثرات ہیں جو مصنف نے کراس روٹ کلب کے رکن کی حیثیت سے سولہ رکنی سیاحتی وفد میں شامل ہو کر موٹر سائیکل پر کیا۔ اگست ۲۰۲۰ میں اس سفر نامے کی پہلی اشاعت عمل میں آئی۔ ”سند جو کاروان“ سندھ میں سکھر سے نگر پار کر کے سفری احوال پر مشتمل کتاب ہے جو ۲۰۲۳ میں فلشن ہاؤس کی طرف سے شائع ہوئی۔

چین کے زمینی سفر کے لیے وہاں کے قواعد و ضوابط کے باعث کسی قدر مشکلات درپیش ہیں تو ہمسایہ ملک بھارت کے ساتھ تعلقات کے اتار چڑھاؤ کے سبب، ہنوز دلی دور است۔ برادر ہمسایہ ملک افغانستان کے داخلی حالات کے سبب سفری امکانات بہتری کے منتظر ہیں ایسے میں برادر اسلامی ملک ایران کی سر زمین سیر و سیاحت کے لیے موزوں اور آسان امکانات دستیاب ہونے کے ساتھ وہاں کی تاریخی اور مشترک ثقافتی اقدار کشش کا باعث ہیں۔ سفر نامہ نگار کے مطابق ان کے نزدیک اس سفر میں دلچسپی کی ایک بڑی وجہ شاعر مشرق، حکیم الامت علامہ اقبال کی فارسی شاعری تھی۔ مصنف کے مطابق ایران کے سفر کی ایک جاذبیت گزر اوقات کے لیے وہاں کا سستا ہونا بھی ہے۔^۴

اس سفر کے سوشل میڈیا پر تشہیر کے نتیجے میں خواہشمند موٹر سائیکل سواران نے رابطہ کیا۔ ان میں سے بین الاقوامی سفر کے لیے شرائط پر پورا اترنے والے سولہ موٹر سائیکل سوار اس سفر کے لیے منتخب ہوئے۔ اس مہم کو ”یار من ایران“ کا نام دیا گیا۔ اس سولہ رکنی کے کاروان کے شرکاء میں کچھ بہ طور سیاح اور کچھ Bike Tourism سے پہلے سے منسلک افراد تھے جن میں مکرم خان، سلطان حمید کھوکھر، غضنفر بیگ، حبیب اللہ، فرید خان، راؤ فہیم، حافظ کاشف بھٹی (رائے ونڈ)، طارق محمود (فیصل آباد)، فیض رسول (ڈیرہ غازی خان)، جہانگیر خان (گوجرانوالہ)، رئیس احسان لختی (بہاولپور)، خالد محمود (لاہور)، ہمدان سعید، محمد علی سلطان (بہاولپور)، نوید حیدر بزدار (ملتان) اور عبدالمنان ملک (صاحب سفر نامہ یار من ایران)۔ شرکاء میں سے سلطان حمید اور مکرم خان اس سفر سے پہلے بھی ایران کا سفر کر چکے تھے۔^۵ اس طرح ان سیاحوں پر مشتمل یہ سیاحتی قافلہ مکرم خان کی قیادت میں پچیس روزہ سفر پر ایران کے لیے روانہ ہوئے۔ طارق محمود قافلے کے شرکاء کو فنی مہارت مہیا کرنے کی غرض سے سب سے پیچھے چلتے تاکہ کسی موٹر سائیکل سوار کو کوئی فنی مشکل پیش آئے تو وہ ان کو با آسانی مدد فراہم کر سکیں۔ یہ موٹر سائیکل سواران ۱۵۰ سے ۴۰۰ سی سی ماٹر سائیکلوں پر سوار تھے اور انھوں نے پچیس دنوں میں آٹھ ہزار کلومیٹر کی مسافت طے کی اور لاہور سے تہران کا سفر کیا۔ یہ سیاحتی کارواں پاکستان کے شہروں لاہور، ملتان، ڈیرہ غازی خان، لورالائی، زیارت کوئٹہ، دالبندین سے گزرتا ہوا سرحدی علاقے تفتان سے گزر کر ایران میں داخل ہوا اور ایران کے میرجاوہ، زاہدان، بم

یزد، ماہان، کرمان، کاشان، قم، تہران، مشہد، اصفہان اور شیراز کا دورہ کیا۔ اس دورے سے قبل چند ایک پاکستانی موٹر سائیکل سواروں نے چین، ایران، یورپ اور مشرق وسطیٰ کے علاقوں کا انفرادی سفر انجام دیا تھا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ موٹر سائیکل سوار قافلے کی صورت میں براستہ تفتان ایران گیا جس کا بنیادی مقصد ملکی اور بین الاقوامی سطح پر سیاحت کو فروغ دینا اور سیاحوں کی حوصلہ افزائی کرنا مقصود تھا۔ اس سیاحتی قافلے نے اپنا سفر لاہور ٹھوکر نیا بیگ سے شروع کیا اور براستہ بحر یہ ٹاؤن چھانگا مانگا، اوکاڑہ، خانیوال، ملتان، مظفر گڑھ، ڈیرہ غازی خان، غازی گھاٹ، سخی سرور، ڈیری غازی خان سے کوسٹ جانے والی شاہراہ N 70، فورٹ منرو موڑ، رود کوئی، بواٹہ، زیارت، کوسٹ، نوشکی، الدبدرین، نوکنڈی، تفتان سے گزرتا ہوا ایران جا پہنچا۔ پچیس روزہ (۲، اگست ۲۰۱۹ء تا ۲۷ اگست ۲۰۱۹ء) سیاحتی دورے میں قافلے کے شرکاء نے بالترتیب مندرجہ ذیل ایرانی علاقوں کی سیاحت کی:

زاہدان: زاہدان شہر کامیوزیم، زاہدان میں پاکستانی سفارت خانہ

کرمان: صوبہ کرمان کے تین اضلاع فہرج، بم (کھجوروں کا شہر) اور ماہان میں ان موٹر سائیکل سواروں نے مقامی ٹور گائیڈ کی رہنمائی میں ان مقامات کا سیاحتی دورہ کیا: ایرج بسطامی کا مزار۔ آرگ بم (قلعہ بم)۔ شاہ نعمت ولی اللہ کا مزار

یزد: قدیم شہر کے ونڈ ٹاورز (بادگیر ہا)، یزد کی جامع مسجد، مسجد امیر خجی ماق۔ خجی ماق تکلیہ، تاریخی نخل، مقبرہ سستی فاطمہ خاتون، خجی ماق کے قدیم آبی ذخائر، زور خانہ (پہلوان خانہ) صاحب الزمان۔ زرتشت کا آتشکدہ۔ خان مذہبی اسکول۔ ٹاورز آف سائنس۔ باغ دولت آباد۔ حاجی قنبر بازار۔ آئینہ محل عجائب گھر۔ سحر بہا (محمدی) منزل۔ یزد فورٹریس۔ قصبہ چک چک۔ یزد کے سیاحتی مقامات بھی ایک مقامی ٹور گائیڈ کی رہنمائی میں دیکھے گئے۔

کاشان: بروجردی ہاؤس۔ امیری ہاؤس۔ حمام سلطان احمد امیر۔ کاشان بازار۔ فین باغ۔ کاشان عجائب گھر۔ امین الدولہ آرکیڈ۔ محتشم کاشانی کا مقبرہ۔ نیاسر غار۔ مقبرہ شاہ عباس اول۔

قم: خانہ امام خمینی۔ روضہ حضرت معصومہ۔

تہران: بازار بزرگ۔ مسجد سلطان۔ حاجی علی درویش ٹی ہاؤس (قبوہ خانہ)۔ بازار تجریش۔ باغ ملی۔ بام تہران۔ تہران چیمبر لفٹ۔ پارک سنگی جمشیدیہ۔ پوسٹ اینڈ ٹیلی گراف میوزیم۔ سٹی تھیٹر ہال۔ سعد آباد محل میوزیم۔ روضہ امام خمینی۔ بہشت زہراء۔ جماران۔ انقلاب اسلامی میوزیم۔ جواہرات میوزیم۔ امریکی جاسوس اڈا۔ پارک آب و آتش۔ گلستان محل۔ پارک ہنرمندان۔ درہند۔ پل طبیعت۔ تہران ریلوے اسٹیشن۔ عودلاجان۔ کاروان سرائے۔ جھیلیں۔

تہران میں پاکستانی سفارت خانہ اس سیاحتی کارروائی کی آخری منزل تھی۔ اسی دوران سفارت خانہ میں پاکستان کے بہترین (۷۲) جشن آزادی کی تقریبات کا انعقاد ہوا جس میں تینوں مسلح افواج کے اعلیٰ نمائندے بھی موجود تھے۔ اس اہم موقع پر ان سیاح بائیکرز حضرات کا پُر تپاک استقبال کیا گیا اور سیاحت کے میدان میں وطن عزیز کا نام اجاگر کرنے اور خدمات کے اعتراف میں تمام سیاح اراکین کو اعزازی شیلڈ اور تعریفی اسناد سے نوازا گیا۔ تہران میں پاکستانی سفارت خانے میں "یار من ایران" سفر نامے کے مصنف عبد المنان ملک کی کتاب "نگار وطن" کی تقریب رونمائی بھی منعقد ہوئی۔

مشہد: مسجد گوہر شاد۔ آساتن قدس رضوی میوزیم۔ بازار مشہد۔ مقبرہ نادر شاہ۔ پارک کوہ سنگی۔

کر اس روٹ کلب کے طے شدہ پروگرام میں مشہد آمد کا منصوبہ نہیں تھا۔ تہران میں قیام کر دوران چند بائیکرز نے مشہد جانے کی خواہش کا اظہار کیا تو چند بائیکرز مشہد کے لیے تیار ہو گئے جن میں "یار من ایران" کے مصنف عبد المنان ملک بھی شامل تھے۔ ہوائی ٹکٹ نہ ملنے پر وہ بذریعہ ریل مشہد گئے اور وہاں سے بذریعہ بس واپس تہران پہنچے۔ جبکہ حبیب اللہ، محمد علی اور رئیس احسان الحق اپنی اپنی موٹر سائیکل سواری پر شمس تبریز کے مزار کی زیارت کے لیے تبریز کے ضلع خوئی روانہ ہو گئے تھے۔

طوس: امام غزالی کا مزار۔ فردوسی کا مزار۔

اصفہان: میدان نقش جہاں۔ دریائے زائندہ رود۔ سی و سہ پل۔ پل خواجو۔ پل شاہی۔ جلفا۔ مینار جنباں۔ مدرسہ امام صادق۔ بازار بزرگ۔ علی قاپو محل۔ مسجد شیخ لطف اللہ۔ مسجد شاہ۔ جامع مسجد اصفہان۔ قہو خانہ۔ ہشت بہشت محل۔ چہل ستون محل۔ ملا باشی کا گھر۔ آتش کدہ۔ ورزانیہ (نواح اصفہان)۔ سیاحوں کا یہ گروہ وین کے ذریعے سے شیراز گئے اور ان کے باقی کے ساتھی تبریز اور دریائے خزر کی سیاحت کے بعد شیراز پہنچے۔

شیراز: تخت جمشید۔ نقش رستم۔ حافظیہ۔ سعدیہ۔ دروازہ قرآن۔ آرگ کریم خان (قلعہ کریم خان)۔ بازار وکیل۔ مسجد وکیل۔ وکیل حمام۔ بازار مشیر۔ شیراز شہر۔ باغ ارم۔ مسجد نصیر الملک۔ نارنجستان قوام۔

شیراز سے ان بائیکرز سیاحوں نے ایک ٹرک کا انتظام کیا اور اپنی بانگس اس کے ذریعے زاہدان روانہ کر دیں اور خود بذریعہ بس زاہدان پہنچ گئے۔ اور وہاں سے بخیر و عافیت اپنے وطن پاکستان لوٹ آئے۔ یوں یہ تاریخی سفر خوبصورت یادوں اور خوشگوار تجربات کے ساتھ اپنے اختتام کو پہنچا۔

”یار من ایران“ ۳۰۰ صفحات پر مشتمل سفر نامہ ہے جس کے آغاز میں مصنف نے ایران کا اجمالی تعارف پیش کیا ہے اور

ایران کی تاریخ، آب و ہوا، جغرافیہ، ثقافت، زبان، رسم الخط، قومی تہواروں، آثارِ قدیمہ، فنونِ لطیفہ، غذاؤں، حجاب، کرنس، لوگوں کے مزاج، داخلی اور خارجی آمد و رفت کے ذرائع، ریلوے اور نقل و حمل کے نظام سے متعلق تفصیلی معلومات تحریر کی ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف علاقوں سے گزرنے کے دوران وہاں کی جغرافیائی تفصیل اور تاریخی پس منظر کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ مصنف چونکہ ایک فعال سیاح ہیں اور موٹر سائیکل پر سیر و سیاحت کے دلدادہ ہیں اور پاکستان کے اکثر علاقوں کو موٹر سائیکل پر دیکھ چکے ہیں اور دیکھتے رہتے ہیں۔ ان سفر میں درپیش مشکل تجربات سے گزرنے کے بعد ان متوقع مشکلات کے سدباب کے لیے حتی الوسع کوشش کر کے سفر کے شوقین قارئین کے لیے ممکنہ احتیاط اور ضروری اقدامات سے تفصیلاً آگاہ کرتے ہیں تاکہ ان کے سفر میں آسانیاں پیدا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر جگہوں پر سفر نامے میں ان کی تفصیلات قدرے طوالت اختیار کر جاتی ہیں۔ ایسے میں مصنف کا انداز کبھی روزنامہ نگار اور رپورٹ نویس کا سا ہو جاتا ہے۔ وہ خود اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ سفر نامہ میں رعنائیت کا جادو جگانے والے مطالب ان کی تحریروں میں دانستہ طور پر موجود نہیں کیوں کہ وہ ان کے مزاج کا حصہ نہیں اور اس وجہ سے ان کا انداز سیدھا سیدھا ایک سیاح کی طرح کا ہے جو سفری منازل، مناظر، درپیش چیلنجز، نئے تجربات اور دریافت پر توجہ مرکوز رکھتا ہے۔

سفر نامہ نگار ذاتی مشاہدات و تجربات کی بناء پر قارئین کو ضروری احتیاط، تجاویز اور مشوروں سے نوازنے کے ساتھ ساتھ بائیکرز کو بیرون ملک سیاحت کے لیے طریقہ کار، لوازمات کی تفصیل کے ساتھ اجات نامہ اور کارنیٹ کے حصول سے متعلق مرحلہ بہ مرحلہ رہنمائی کرتا ہے۔ موٹر سائیکل پر بیرون ملک سیاحت، اس کے لیے کارنیٹ کا حصول، بین الاقوامی سفر سے متعلق ضابطہ اخلاق ایسے موضوعات ہیں جو ہمارے معاشرے کے لیے کسی حد تک نئے اور غیر معروف ہیں۔ ملک میں انفرادی اور اجتماعی حیثیت میں سیاحت کے فروغ اور سیاحوں کی حوصلہ افزائی کے لیے سفر نامہ میں پیش کردہ معلومات اہم اور مفید ہیں۔ مثال کے طور پر:

دالبدین شہر کے داؤد ہوٹل کا ذکر اور سیاحتی نقطہ نظر سے اس راستہ میں اس کی اہمیت ^۸۔
 "اگر آپ ڈیرہ اسماعیل خان کی طرف سے بھی کوئٹہ جانے کے لیے نکلے ہیں تو مغل کوٹ سے قلعہ
 سیف اللہ تک بارش کی صورت میں احتیاط لازمی ہے" ^۹۔
 "اگر آپ اپنی گاڑی پر کوئٹہ سے آرہے ہیں تو آپ کو علی الصبح کوئٹہ سے نکلنا ہوگا۔ راستے میں زیادہ
 دیرز کے بغیر مسلسل ڈرائیو کریں تو کوئٹہ سے تافقان ۶۳۰ کلومیٹر کا فاصلہ طے کر لیں" ^{۱۰}۔
 آپ کے علم میں اضافے کے لیے بتاتا چلوں کہ انڈیا اور ایران کی سرحدوں پر پاکستان سے جانے
 والوں کو پولیو کے قطرے ضرور پلائے جاتے ہیں" ^{۱۱}۔

سفر نامہ نگار بہ طور سیاح ایک سیاحتی گروپ کا حصہ تھا تو اندرون ملک اور میزبان برادر اسلامی ملک ایران میں مختلف مقامات پر ان کے اعزاز میں استقبالی تقریبات کا اہتمام ہوا جس کی روداد مصنف نے بہ طور احسن بیان کی ہے۔ بیان فرماتے ہیں کہ آغاز سفر میں کس طرح تو نصل جنرل ایران محمد رضاناظری اور ڈائریکٹر خانہ فرہنگ ایران علی اکبر رضائی فرد نے خانہ فرہنگ ایران لاہور میں بھرپور تقریب کا اہتمام کیا جس میں کئی معزز شخصیات شامل تھیں۔ ایرانی تہذیب و ثقافت کی جھلک کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ کس طرح ڈائریکٹر خانہ فرہنگ علی اکبر رضائی فرد نے اپنے اہل خانہ کی موجودگی میں قافلے کے اراکین کو قرآن پاک کے مقدس سائے میں رخصت کیا^{۱۲}۔ ان اہم موقع کی رنگین تصاویر کو مصنف نے کتاب کی زینت بھی بنایا ہے۔ دونوں ملکوں کی عوام میں شجر کاری کا شعور اجاگر کرنے اور اس کے فروغ کے لیے بانیکرز قافلے کے شرکاء نے خانہ فرہنگ ایران لاہور، خانہ فرہنگ ایران ملتان، قائد اعظم ریزیڈنسی زیارت اور زاہدان میں پاکستانی تو نصل خانہ میں پودے لگائے۔

دوران سفر اپنے قیام کی جگہوں پر مصنف اندازِ میزبانی اور اوقاتِ قیام کو خوبصورتی سے ذکر کرتے ہیں۔ وہ چیمبر آف کامرس لاہور میں تقریب پذیرائی ہو یا اوکاڑہ میں استقبال، خانیوال اور ملتان کا خوشگوار قیام ہو یا مظفر گڑھ میں میزبانی کے احوال ہر ایک واقعہ کو ضروری تفصیل کے ساتھ عمدگی سے بیان فرماتے ہیں۔ خاص طور سے بلوچستان میں آمد و رفت کے لیے لیویز فورس اور ایف سی کی جانب سے کیے گئے ٹھوس حفاظتی انتظامات پر دل و جان سے سراپاس نظر آتے ہیں کہ کس طرح اہلکار مخصوص علاقوں تک قافلے کو ذمہ داری کے ساتھ بحفاظت پہنچا کر دوسرے علاقے کے ذمہ دار محافظ اہلکاروں کے زیر نگرانی سونپتے^{۱۳}۔

ماضی قریب کی نسبت ٹیکنالوجی اور سوشل میڈیا کے دور میں کیمرہ اور عکس کسی بھی تقریب، سرگرمی اور بالخصوص سفری تجربات کا لازمی عنصر ہے جس کے ذریعے سے ان تقاریب اور سرگرمیوں کی روداد عکسبند کر کے مختلف پلیٹ فارمز پر پیش کی جاتی ہے۔ بعید نہیں کے زمانے کے بدلتے رجحانات کے مطابق آنے والے دور میں کتابی سفر نامے ڈیجیٹل تصویروں کے سفر ناموں کی صورت اختیار کر جائیں گے۔ بہ ہر حال یہ بھی جدت کا تقاضا ہے اور مصنف نے بھی اس ضرورت کو بھانپ کر ہر علاقے، خوبصورت مناظر، اور خوشگوار لمحات کو عکسبند کر کے روداد کا خوبصورت حصہ بنایا ہے۔ سفر نامہ "یارِ من ایران" میں شامل بہترین اور خوبصورت عکس تمام سولہ (۱۶) بانیکرز کی تہران کے آزادی چوک کے سبزہ زار میں سفید رنگ کے جاذبِ نظر آزادی ٹاور کے سامنے کی تصویر ہے جس میں تمام موٹر سائیکل سوار سیاح ایک جیسے لباس میں حلقہ وار جلوہ افروز ہیں۔ یہ عکس سفر نامے کے سرورق کا حصہ ہے اور دورے کے اختتام پر پنجابی انسٹیٹیوٹ آف آرٹ اینڈ کلچر لاہور میں ایک تقریب کے دوران سبھی ارکان یارِ من ایران کو خوبصورت فریم میں پیش کی گئی^{۱۴}۔

یارمن ایران سفری قافلے کے سیاح دوران سفر بعض ملکی اور غیر ملکی سیاحوں سے ملے جو خود بھی سیر و سیاحت کی غرض سے نحو سفر تھے۔ خانہ فرہنگ ایران لاہور میں الوداعی تقریب میں جرمن سیاح جوڑے کی شمولیت^{۱۵} اور لاہور میں کراس روٹ کلب کے مرکزی دفتر میں قیام پذیر فرانسوی میاں بیوی جو اپنے بچوں کے ساتھ اپنی ہی گاڑی میں براستہ ایران واپس جانے والے تھے ان سے دالہدین میں ملاقات^{۱۶} کے احوال کے علاوہ مظفر گڑھ سے غازی گھاٹ کی طرف جاتے ہوئے مختار عباس بھٹی سے ملاقات اس ضمن میں قابل ذکر ہیں۔ مختار عباس بھٹی نے ۲۰۱۳ میں اپنے خاندان کے ساتھ ایران کا سفر اختیار کیا تھا اور اس سفر کے احوال پر مبنی ان کا سفر نامہ "بلندی کا سفر" ۲۰۱۵ میں لاہور سے شائع ہوا تھا۔

سفر ایران کے دوران سفر نامہ نگار وہاں کے خوب صورت مناظر، اعلیٰ تہذیبی روایتوں، عمدہ انتظامی معاملات، انفرادی و اجتماعی رویوں کے متعلق اپنی رائے کا اظہار مختصر لیکن عمدہ پیرائے میں کرتا ہے۔ بعض تاریخی جگہوں کی سیر کے دوران تاریخی مقامات کا مقامات اپنے ملکی تاریخی آثار سے کرتا ہے تو کہیں اجتماعی معاشرتی رویوں کو سراہتا ہے تو بعض حالات میں اپنے اور میزبان ملک کے رویوں کا اشتراک دلچسپ پیرائے میں کرتا ہے جن میں سے چند ایک بطور نمونہ ذکر کیے جاتے ہیں:

پاکستان ایران سرحد پر دونوں اطراف کی سر زمین کا موازہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ایران کی حدود میں داخل ہوں تو جگہ جگہ سبز باغات اور زمین کے چھوٹے چھوٹے سرسبز و شاداب ٹکڑے نظر آتے ہیں۔ جب کہ پاکستان میں ایسے باغات، درخت یا سبزہ دیکھنے کو نہیں ملتا، حالانکہ دونوں طرف کا موسم، زمین اور آب و ہوا ایک جیسی ہے"^{۱۷}۔

زاہدان کے ہوٹل استقلال بزرگ کے متعلق لکھتے ہیں:

"میں اپنی باری پر ریسپشن پر گیا تو دیکھا کہ ہوٹل کے عملے میں ایرانی خوبصورت خواتین بھی شامل تھیں۔ جن کے چہروں پر مکمل حجاب تھا۔ مگر ان کے خوبصورت چہرے حجاب میں بہت ہی دلکش نظر آرہے تھے۔ گیسٹ ویٹنگ لاؤنج میں تازہ پھول گلدان میں رکھے گئے تھے۔ ہوٹل خوشبوؤں سے مہک رہا تھا اور اس کے شاندار استقبالیہ، بہترین ڈائمنگ ہال کو فراموش کرنا ناممکن تھا"^{۱۸}۔

زاہدان، کاشان، تہران اور دیگر ایرانی شہروں میں ثقافتی علامات پر ایرانی حکومتوں کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتے ہیں:

"اس سے اس خیال کو تقویت ملی کہ ایران کی سابق اور موجودہ حکومت نے ایرانی قدیم تاریخ اور ثقافت کو اپنے ورثے کے طور پر سنبھال رکھا ہے"^{۱۹}۔

تم میں حضرت معصومہؑ کے روضہ کی خوبصورتی کے بارے میں لکھتے ہیں:

"مزار آرائش و زیبائش، رفعت و شوکت میں اپنی مثال آپ ہے۔ جگہ جگہ خوبصورت بیل بوٹوں

سے مزین نقش و نگار بنے ہیں۔ ایرانی نقاشی اور سرامک کاری کا اعلیٰ نمونہ ہے"۲۰۔

سفر نامہ نگار خود بھی حضرت علامہ اقبال کے عقیدت مند ہیں تم میں ایک ایرانی کی اقبال لاہوری سے عقیدت کا منظر ایسے بیان

کرتے ہیں:

"اس نے جو نہی علامہ اقبال کی تصویر کو دیکھا تو فرط جذبات سے اس تصویر کو چومنا شروع کر

دیا۔ اسی دوران اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے، وہ روتا جاتا تھا اور تصویر کو چومتا جاتا تھا"۲۱۔

تہران کا شمار دنیا کے بڑے اور جدید شہروں میں ہوتا ہے وہاں سے متعلق اپنے تاثرات کا اظہار ان لفظوں میں کرتے ہیں:

"تہران اور دیگر کئی شہروں میں آپکو روایت اور جدیدیت (ماڈرن ازم) کا ایک خوبصورت امتزاج

دیکھنے کو ملتا ہے۔ روایتی کھانے، روایتی کپڑے، لوگوں کی رحمدلی، مہمانوں کی خاطر مدارات،

تہذیب، ثقافت اور خاندان کی مرکزیت، یہ سب ماڈرن ازم کے ساتھ مل کر اس بات کی نشاندہی کر

رہی ہے کہ ایران تبدیلی کی طرف گامزن ہے"۲۲۔

میلاد ٹاور (برج میلاد) جدید ایران کی علامت تصور کیا جاتا ہے جو کئی حوالوں سے بین الاقوامی سطح پر شہرت کا حامل ہے، یہاں سے

تہران شہر کے نظارے کے متعلق لکھتے ہیں:

"۲۸۰ فٹ کی بلندی پر ایک اوپن ایزرویشن ڈیک بنایا گیا ہے۔ جہاں سے تہران شہر کا دور دور تک

نظارہ کیا جاسکتا ہے۔ بہتر انداز میں دیکھنے کے لیے ایزرویشن ڈیک میں جگہ جگہ دور بینیں بھی لگائی

گئی ہیں۔ سیاحوں کے لیے ہال آف فیم، کیفے، سینما اور دنیا کا سب سے بلند ریو لوونگ ریسٹورنٹ بھی

موجود ہے"۲۳۔

ایرانی انقلاب کے رہبر اور روحانی رہنما امام خمینی کے مزار کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں:

"مزار کی عالیشان عمارت کسی محل سے کم نہیں دکھائی دیتی۔ شان و شوکت کے اعتبار سے نجف و

کربلا کے مزارات مقدس کے علاوہ اور کوئی مزار اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ شیشے اور قیمتی پتھروں

سے مرصع ان کا مزار اسلامی طرز تعمیر کا شاہکار ہے"۲۴۔

تہران کے روایتی ریسٹورنٹ اور شیراز کے قدیم طرز کے گیٹ ہاؤس کے مشاہدے میں قدیم ایرانی تہذیب و تمدن کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس حویلی کے چاروں اطراف کمرے اور درمیان میں صحن بنا ہوا تھا اور صحن کے درمیان میں ایران کی روایت کے عین مطابق پانی کا حوض اور اس میں فوارہ بھی موجود تھا۔ حوض کے ارد گرد رکھے گئے آرائشی پودوں کے ادھ کھلے پھولوں پر فوارہ چلنے سے پڑنے والا پانی سورج کی روزنی سے تمتما رہا تھا"۔^{۲۵}

ٹرین کے ذریعے تہران سے مشہد کے سفر کر دوران ایران میں ریل کے نظام اور عمدہ معیار کا بھرپور بیان کرتے ہوئے وہاں کے نظم و ضبط اور بہترین ماحول کو پاکستانی ریلوے اسٹیشن اور پلیٹ فارم کے مخصوص ماحول کا ہلکے پھلکے انداز میں حقیقت پسندانہ موازنہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ہم اپنا سامان اٹھائے مطلوبہ پلیٹ فارم تک پہنچے تو بالکل بھی مزہ نہ آیا۔ گرم چائے، ٹھنڈی بوتل، جوس، آئس کریم والا، گرم پکوڑے کسی قسم کی کوئی آواز نہ سنائی دی۔ بالکل پرسکون ماحول، یہ سب دیکھ کر میرے اندر سے آواز آئی لہور لہور اے"۔^{۲۶}

مشہد میں روضہ امام رضا پر عقیدت کے روح پرور مناظریوں کا مہمند کرتے ہیں:

"یہ زائرین عقیدت سے جالیوں کو ہاتھ لگا رہے تھے، چوم رہے تھے۔ اپنے ساتھ لائی ہوئی چیزوں کو ان جالیوں سے "مس" کر رہے تھے۔ نمازیں پڑھی جا رہی تھیں یا تسبیح پھیری جا رہی تھی۔ یہاں آنے والی ہر آنکھ عشقِ رضا میں نم نظر آئی"۔^{۲۷}

ایران میں نقل و حمل کا نظام عمدہ ہے۔ ریل اور ریلوے کا معیار قابل ستائش ہے تو ایران میں بسوں کے اڈے، بسوں کا معیار، صفائی ستھرائی اور ایرانیوں کے اجتماعی رویے اور برتاؤ بھی متاثر کن ہے۔ تہران سے بذریعہ بس شیراز روانگی کے وقت ایک جگہ لکھتے ہیں:

"ہم لوگ بس میں اپنی اپنی سیٹوں پر بیٹھے ٹوکنڈیکٹر نے ایک پلاسٹک شاپنگ بیگ ہر سیٹ کے ساتھ لٹکا دیا کہ کھانے پینے کی چیزوں کے خالی ریپر شاپر میں ڈالیں۔ تاکہ بس میں گندگی نہ پھیلے"۔^{۲۸}

بحیثیت قوم ایرانی لوگ شعر و ادب کے دلدادہ تو ہیں ہی، فارسی ادب کی عظیم شخصیات کے ادبی مقام اور ان کے احترام و مرتبہ کا پاس رکھتے ہیں۔ ایرانیوں کا ادبی ذوق ان کی معاشرت کے کسی نہ کسی پہلو سے ضرور جھلکتا دکھائی دیتا ہے۔ دیگر شعراء کے علاوہ حافظ

شیرازی سے ایرانی عوام ایک الگ ہی طرز کی عقیدت رکھتی ہے۔ اس سے متعلق سفر نامہ نگار رقمطراز ہے:

"اگر آپ سے سوال کیا جائے کہ کون سی ایسی چیز ہے جو ایران کے ہر گھر میں پائی جاتی ہے؟ تو اس کا جواب نہایت آسان ہے کہ چودھویں صدی کے مشہور شاعر حافظ شیرازی کی شاعری"۔^{۳۱}

شیراز کے بازار وکیل میں دکاندار کی منافع خوری اور نقش رستم کے مقام پر جو سفر فروش کی معمول سے زائد رقم کی وصولی^{۳۰} ایسے واقعات ہیں جو دنیا کے اکثر و بیشتر معاشروں میں تجربے میں آتے ہیں۔ ممکن ہے ان واقعات اور ایسے افراد کی شرح کہیں زیادہ، کہیں اوسط تو کہیں کم ہو لیکن یہ ایک ایک ایسا عمومی رویہ ہے جو کسی بھی خطے میں سیاحوں اور بالخصوص غیر ملکی سیاحوں کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ جرائم پیشہ افراد سے اپنے سامان کے تحفظ کے لیے احتیاطی اقدامات اور مشورے سفر نامہ نگار کو تہران میں کراچی کی بھی یاد دلاتے ہیں^{۳۱}۔ ایرانی معاشرہ مجموعی طور پر پُر امن معاشرہ ہے۔ علم و ادب سے رغبت کار جہان ان کے انفرادی و اجتماعی رویوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ ان کی بود و باش ان کے بہترین سلیقہ کی آئینہ دار ہے۔ فنون لطیفہ اور جسمانی کھیل اور ورزش کے دلدادہ ہیں۔ فطرت سے خاص لگاؤ ان کے تمدن کا خاصہ ہے یہ سبھی عوامل ان کو ایران کے طول و عرض میں ایک عمدہ ماحول مہیا کرتے ہیں جس کے سبب وہاں کے باغات، تفریحی مقامات، کتاب خانے، قہوہ خانے، بازار حتیٰ گزر گاہیں ان کے خوشگوار رہن سہن کے نظارے پیش کرتی ہیں:

"مختلف شہروں میں ہم نے دیکھا کہ لوگ اپنی فیملی کے ساتھ گاڑیوں میں شہر کی کسی سائیہ دار گرین بیلٹ پر آتے ہیں، گاڑی سے نیمہ نکال کر لگایا جاتا ہے۔ صاحب حقہ پی رہے ہیں، اخبار کا مطالعہ ہو رہا ہے اور گھر سے کیتلی میں لایا ہوا گرم گرم قہوہ نوش فرمایا جا رہا ہے، مادام پھل کاٹ رہی ہیں، بچے لوگ بچھائے گئے قالین پر کھیل رہے ہیں"۔^{۳۲}

انسانی فطرت ہے جب ایک پہلو سے متعلق دو طرح کے تجربات سے روشناس ہوتا ہے تو فطری پران کا باہمی موازنہ کرتے ہوئے مثبت اور بہترین نوعیت کے حامل تجربہ کو سراہتا ہے اور اس معیار کے حصول کی خواہش بھی فطری تقاضا ہے۔ ایران کی سیاحت کے دوران وہاں کے مثبت اور اچھی باتوں سے متعلق سفر نامہ نگار دو معاشروں کے باہمی تقابل کے نتیجے میں خواہشمند ہے کہ اس طرح کا مثبت رجحان ہمارے ہاں بھی فروغ پا جائے۔^{۳۳}

"یار من ایران" ایک خاص سفری پس منظر میں تحریر ہونے والا ایک بھرپور سفر نامہ ہے۔ سیاحت کے نقطہ نظر سے اس میں ذکر شدہ تفصیلات نہایت مفید ہیں البتہ بعض جگہوں پر چند نکات توجہ طلب ہیں۔ مثلاً بعض ذکر شدہ ایرانی مقامات کی املاء معمولی تصحیح طلب ہے اور چند ایک وضاحتیں ناگزیر ہیں جن کو ذیل میں درج کیا جا رہا ہے:

تمام سفر نامے میں سفر کی روانگی اور واپسی کی تاریخ اور دن وغیرہ کا ذکر نہیں۔ تہران میں پاکستانی سفارت خانے میں جشن آزادی کی تقریب میں بائیکرز سیاحوں کی شمولیت سے قاری اندازہ لگا سکتا ہے کہ ان کا سفر اگست کے مہینے میں ہوا تھا۔ کتاب ہذا میں چند لفظی تسامحات بھی ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔ ان کا درست تلفظ بھی تحریر کیا گیا ہے۔

ایران کے مغربی صوبے کا نام چہار محال و بختیاری ہے کتاب میں چہار محل و بختیاری درج ہے ۳۲۔

قبل از اسلام قدیم ایرانی زبان گات / گاتی تھی۔ کتاب میں گاتھا لکھا گیا ہے ۳۵۔

ایران قدیم کے ساسانی بادشاہ کا نام اردشیر بابکان تھا۔ کتاب میں اردشیر اربکان تحریر ہے ۳۶۔

ایران کا مشہور کھانا قرمہ سبزی ہے کتاب میں قورمہ سبزی لکھا ہے ۳۷۔ ایرانی کھانا قرمہ سبزی پاکستانی کھانے قورمہ سے نام کی مشابہت پر اکثر و بیشتر پاکستانی سیاحوں کو غلط فہمی میں ڈال دیتا ہے کہ شاید یہ ہمارے کھانے سے ملتی جلتی غذا ہوگی جبکہ حقیقت میں ایسا کچھ نہیں ہے۔ ایرانی قرمہ سبزی میں پالک اور دیگر سبزیاں تیل میں بھنے پیاز اور ابلے ہوئے لوبیا کے ساتھ کئی گھنٹوں تک پک کر تیار ہوتی ہے۔ قورمہ کے خیال میں قرمہ سبزی کھانے والے سیاح اکثر اپنے فیصلے پر کف دست ملتے ہیں۔

ایرانی کھانے کباب کو بیدہ کو کتاب میں کباب کبیدہ لکھا ہے ۳۸۔

ایران میں بھنڈی اور توری جیسی سبزی نہیں پائی جاتی۔ کتاب میں لکھا گیا ہے کہ ایرانی لوگ ان سبزیوں سے اچار بناتے ہیں۔ یاد رہے ایرانی عموماً سبزیوں سے اچار بناتے ہیں کابلی پنے سے کوئی اچار نہیں بناتے ۳۹۔ پاکستان اور ایران کے درمیان آخری سرحدی علاقہ "تفتان" ہے لیکن کتاب میں کئی جگہ "تافتان" لکھا گیا ہے ۴۰ جبکہ تافتان ایران میں کھائے جانے والی روٹیوں کی چند قسموں میں سے ایک قسم کی روٹی کو کہتے ہیں جو روزمرہ ایرانی لہجے میں تافتون بولی جاتی ہے۔

اصفہان صوبہ کا پہلا شہر نائین ہے کتاب میں اس کو نائن ۴۱ لکھا گیا ہے۔

کاشان کے آثار قدیمہ میں اس ایک کا نام امین الدولہ ہے جسے کتاب میں امین الدولہ ۴۲ لکھا گیا ہے۔

کاشان کا شہر ہے قمصر جس کا عرق گلاب مشہور ہے کتاب میں اس کو گم سر ۴۳ لکھا گیا ہے۔

تہران کے میدان توپ خانہ کے نزدیک خیابان سی تیر ہے۔ کتاب کے ایک عکس میں اس کو خیابان تیر لکھا گیا ہے ۴۴

تہران کے جدید اور مشہور سیاحتی پل، پل طبیعت کو دو ایرانی آرکیٹیکٹرز لیلیٰ عراقیان اور علی رضا بہزادی نے ڈیزائن کیا تھا۔

کتاب میں لیلیٰ اراغیان ۴۵ لکھا ہوا ہے۔ اس کا ایک سبب ایرانیوں کا "ق" کو "غ" تلفظ کرنا ہو سکتا ہے جس کے سبب یہ نوشتاری اشتباہ

درپیش آیا ہو۔ پل طبیعت پارک آب و آتش اور پل طالقانی کو آپس میں ملاتا ہے۔ کتاب میں طالقانی کو تلفانی^۶ لکھا گیا ہے۔
شمس تبریزی (۱۱۸۵-۱۲۳۸ء) مولانا رمی (۱۲۰۷-۱۲۷۳ء) کے پیر و مرشد تھے جن کا مزار ایران کے صوبہ تبریز کے ضلع
خوی میں ہے۔ کتاب میں ان کو ملتان کے صوفی بزرگ لکھا گیا ہے^۷۔ جبکہ ملتان میں مدفون صوفی بزرگ کا نام حضرت میر شمس الدین ولی
سبزواری (۵۶۰-۶۷۵ھ) ہے^۸۔

اصفہان کا مشہور تاریخی پُل سی و سہ ہے۔ سی فارسی میں تیس اور سہ تین کو کہتے ہیں لہذا سی و سہ کے معنی تینتیس ہیں۔
مذکورہ پُل چونکہ تینتیس محرابوں پر مشتمل ہے اس لیے اس کا نام "پل سی و سہ" رکھا گیا جبکہ کتاب میں اس کو "سیوسی" لکھا گیا ہے۔ ایک
جگہ مصنف اس کی وجہ تسمیہ کے ضمن میں لکھتا ہے کہ اس کی تینتیس محرابوں کی نسبت سے اس کا نام "سیوسی" ہے۔ "سیوسی" اور "سی و
سی" دونوں درست نہیں۔ درست املاء "سی و سہ" ہے^۹۔

اصفہان کے مشہور سیاحتی مقام میدان نقش جہاں میں واقع تاریخی محل کا نام عالی قاپو ہے جسے کتاب میں علی قاپو^{۱۰} لکھا
گیا ہے۔ مولانا محمد حسین آزاد (۱۸۱۳ء-۱۹۱۰ء) کی کتابوں "سخندان فارس" اور "سیر ایران" کو ایک ہی کتاب قرار دیا ہے^{۱۱} جبکہ یہ دو
الگ کتابیں ہیں۔ مولانا محمد حسین آزاد نے فارسی مخطوطات اور لغت کی کتابوں کے حصول کے لیے ایران کا سفر کیا جو ۲۳ ستمبر ۱۸۸۵ء سے
جولائی ۱۸۸۶ء تک کے دورانیے پر محیط تھا۔ واپسی پر لوگوں کے اصرار پر اس سفر کے بارے میں مختصر لیکچر دیا جو "رفیق ہند" (لاہور) اور عالم
تصویر (کانپور) کے اخباروں میں شائع ہوا^{۱۲}۔ اس کے بعد آزاد مرحوم کے جستہ جستہ روزنامے ان کے نبیرہ آغا محمد طاہر (وفات ۱۹۵۷ء)
نے تلاش کر کے مرتب کیا اور لاہور کے رسالے "ہمایوں" میں اس کی چار قسطیں شائع کرائیں (مئی، جون، جولائی، اگست) اور بعد میں
اسے "سیر ایران" کے نام سے کتابی شکل میں ۱۹۲۲ء میں کریمی پریس لاہور سے شائع کروایا۔ کتاب "سخندان فارس" فارسی لسانیات کے
موضوع پر مولانا آزاد کے مضامین پر مشتمل کتاب ہے جو ۱۸۷۷ء میں تالیف ہوئی اور اس کی اشاعت ۱۹۰۷ء میں عمل میں آئی۔

کرمان میں گنج علی کمپلیکس کو کتاب میں گنجے علی لکھا ہوا ہے۔ یزد کے بازار حاجی قنبر کو حاجی غنبر اور
تہران میں واقع چھوٹے دریا نما جھیل جن کو دریا چہ کہا جاتا ہے کو درے اچہ کی صورت لکھا ہوا ہے^{۱۳}۔

"یار من ایران" ایران سے متعلق اردو زبان کے سفر ناموں میں ایک اچھا اضافہ ہے۔ سفر نامہ نگار سیاح عبد المنان کے مطابق
اس سفر کے انتظامات میں خانہ فرہنگ ایران لاہور کے اس وقت کے ڈائریکٹر علی اکبر رضائی فرد کا تعاون قابل ذکر ہے۔ بعد ازاں خانہ
فرہنگ کے ڈائریکٹر جعفر روناس بھی کر اس روٹ کلب کے ایک ایسے ہی سفر کا باعث بنے۔

حوالہ جات و حواشی

- ۱ عبد المنان، ملک، یار من ایران، ۲۰۲۰، عمار پبلی کیشنز، لاہور، ص ۳۲۔
- ۲ ایضاً، ص ۲۳۔
- ۳ عبد المنان، ملک، یار من ایران، ۲۰۲۰، عمار پبلی کیشنز، لاہور، ص ۳۲، ۳۳۔
- ۴ ایضاً، ص ۸۲۔
- ۵ ایضاً، ص ۱۳۷۔
- ۶ سفر نامہ میں مزید مقامات کا ذکر اور تعارف بھی تحریر ہے تاہم اس مضمون صرف ان مقامات کا ذکر کیا جا رہا ہے جو قافلے کے شرکاء نے خود جا کر دیکھے۔
- ۷ عبد المنان، ملک، یار من ایران، ۲۰۲۰، عمار پبلی کیشنز، لاہور، ص ۲۵۔
- ۸ ایضاً، ص ۱۱۹۔
- ۹ ایضاً، ص ۹۹۔
- ۱۰ ایضاً، ص ۱۲۱۔
- ۱۱ ایضاً، ص ۱۳۰۔
- ۱۲ ایضاً، ص ۸۷۔
- ۱۳ ایضاً، ص ۱۰۶۔
- ۱۴ ایضاً!، ص ۲۰۵۔
- ۱۵ ایضاً، ص ۸۷۔
- ۱۶ ایضاً، ص ۱۱۹۔
- ۱۷ ایضاً، ص ۱۳۲۔
- ۱۸ ایضاً، ص ۱۴۰۔

ایضاً، ص ۱۸۳۔	۱۹
ایضاً، ص ۱۹۳۔	۲۰
ایضاً، ص ۱۹۵۔	۲۱
ایضاً، ص ۱۹۸۔	۲۲
ایضاً، ص ۲۰۸۔	۲۳
ایضاً، ص ۲۱۵، ۲۱۶۔	۲۴
ایضاً، ص ۲۱۹، ۲۲۲۔	۲۵
ایضاً، ص ۲۲۵۔	۲۶
ایضاً، ص ۲۳۰۔	۲۷
ایضاً، ص ۲۴۲۔	۲۸
ایضاً، ص ۲۶۹۔	۲۹
ایضاً، ص ۲۸۱، ۲۸۲۔	۳۰
ایضاً، ص ۲۲۰۔	۳۱
ایضاً، ص ۲۸۳۔	۳۲
ایضاً، ص ۲۷۴۔	۳۳
ایضاً، ص ۵۴۔	۳۴
ایضاً، ص ۶۰۔	۳۵
ایضاً، ص ۵۵، ۶۱۔	۳۶
ایضاً، ص ۶۵۔	۳۷
ایضاً، ص ۶۵۔	۳۸
ایضاً، ص ۶۷۔	۳۹

۳۰	ایضاً، ص ۱۲۴۔
۳۱	ایضاً، ص ۱۶۵۔
۳۲	ایضاً، ص ۱۹۰۔
۳۳	ایضاً، ص ۱۹۱۔
۳۴	ایضاً، ص ۱۹۴ اور ۱۹۵ کے درمیان موجود عکس۔
۳۵	ایضاً، ص ۲۰۵۔
۳۶	ایضاً
۳۷	ایضاً، ص ۲۲۴۔
۳۸	نور احمد خان فریدی، مولانا، تاریخ ملتان، ج ۱، قصر الادب، ملتان، ۱۹۷۲، ص ۲۰۳ تا ۲۰۱۵۔
۳۹	عبدالمنان، ملک، یار من ایران، ۲۰۲۰، عمار پبلی کیشنز، لاہور، ص ۲۳۶ و ۲۳۷ و ۲۳۸۔
۵۰	ایضاً، ص ۲۵۳۔
۵۱	ایضاً، ص ۲۷۶۔
۵۲	محمد باقر، آغا، مقالات مولانا محمد حسین آزاد، بہ اہتمام آغا محمد باقر، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۶۶۔
۵۳	عبدالمنان، ملک، یار من ایران، ۲۰۲۰، عمار پبلی کیشنز، لاہور، ص ۱۵۹، ۱۷۸، ۱۹۱۔